قسطوں پر خرید وفروخت

مولانا محمد ابرار خاں ندوی، راجھستان

۱۔ نقد فروختگی کے مقابلہ ادھار میں قیمت زائد مقرر کرنے کا جواز:

ادھار خرید وفروخت میں نقد فروختگی کے مقابلہ میں قیمت کے اندر کچھ زیادتی اور اضافہ کرنا درست ہے، لیکن یہ اسی صورت میں جائز ہوگا، کہ جب ادھار کی مدت متعین ہو، اور مجلس عقد کے اندر ہی یہ بھی طے کرلیا جائے کہ معاملہ ادھار ہے یا نقد، یعنی بائع اور مشتری عقد کے وقت یہ طے کرلیں کہ ادھار خریدیں گے یا نقد، یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف ادھار قیمت کا تذکرہ کیا جائے، بلکہ ضروری جوشئی ہے وہ یہ کہ معاملہ کے اندر کسی ایک صورت کی تعیین اور مدت کا وقت مقرر ہو، تاکہ نزاع کی صورت نہ پیش آئے، ورنہ بیع جائز نہ ہوگی (ہدایۃ مع الفتح ۶/۶۲۔۲۶۱، مجمع الانھر ۲/۸، الدر المنتقی ۲/۸، شرح العنایۃ ۶/۲۶۲، ردالمحتار ۴/۲۷۹، نیز دیکھئے: الحلال والحرام فی الاسلام للقرضاوی/۳۴۷، الفقہ الاسلامی ۴/۷۰۹)۔

۲۔ قسطوں پر قیمت ادا کرنا:

ادھار خرید وفروخت کی صورت میں قیمت کو قسطوں میں ادا کرنا درست ہے۔ (فقہ السنۃ ۳/۱۲۵، نیز دیکھئے: نیل الاوطار ۵/۱۵۳، الحلال والحرام فی الاسلام للعساف/۳۷۹، وللقرضاوی/۴۔۳۴۷)۔

۳۔ نقد وادھار دونوں قیمتوں کا تذکرہ کرنا:

ادھار فروختگی کی صورت میں یہ کوئی ضروری نہیں کہ صرف ادھار قیمت کا تذکرہ کیا جائے، بلکہ ادھار اور نقد دونوں کا ذکر کیا گیا تو اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ مجلس عقد ہی کوئی ایک شکل طے کرلی جائے، ورنہ بیع جائز نہ ہوگی۔ (الدر المنتقی ۲/۸، نیز دیکھئے: شرح العنایۃ علی الہدایۃ مع الفتح ۶/۲۶۲، امداد الفتاوی ۳/۲۰)۔

۴۔ ربا کا شبہ:

ادھار فروختگی میں سامان کی قیمت زیادہ متعین کرنا، رباء یا سود کے دائرہ میں نہیں آتا ہے، اس

لئے کہ یہ ثمن میں زیادتی کی جاتی ہے یہ اجل کے مقابلہ میں ہوتی ہے، اور فقہاء نے اس زیادتی ثمن برائے اجل کو جائز قرار دیا ہے۔ (ردالمحتار ۴/ ۲۷۹، مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحیٔ ۲/ ۱۲۴ نیز دیکھئے: فقہ السنۃ ۳/ ۱۲۵، فتاویٰ رشیدیہ ۴۹۴، امداد الفتاویٰ ۳/ ۲۰، کفایت المفتی ۸/ ۳۰)۔

۵۔قسطوں کی دو میعادیں متعین کرنا:

اس طرح کا معاملہ شرعاً درست ہے۔ (فقہ السنۃ ۳/ ۱۲۵)۔

۶، ۷۔مدت کی تاخیر پر ثمن میں اضافہ کرنا:

مدت کی تاخیر پر ثمن میں اضافہ کرنا جائز ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ مدت متعین ہونے کے بعد مزید تاخیر کرنے میں کچھ رقم کا زیادہ کرنا یہ تاخیر اجل کی وجہ سے ہے، اور یہ اجل مجہول بھی نہیں ہے، بلکہ اجل اور ثمن دونوں ایک طرح سے متعین ہو جاتے ہیں، اور یہ نرخ مالیت کا بیان ہے، کہ جب وہ ثمن کی ادائیگی میں تاخیر کر رہا ہے تو مال کی قیمت میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے، لہٰذا بیع کی مذکورہ دونوں صورتوں کو جائز ہونا چاہئے۔

آج کل عالمی تجارت ہو یا چھوٹی سطح کی خرید وفروخت ہو، تاجر حضرات قیمت کی ادائیگی میں بہت ہی ٹال مٹول کرتے ہیں، اگر یہ صورت نہ اپنائی جائے تو قیمت نہ ملنے کی بناء ان کی تجارت ختم ہو جائے گی، اور انہیں پریشانی وخستہ حالی سے دوچار ہونا پڑے گا، لہٰذا لوگوں کے حالات، اور تجارت پیشہ افراد کے طور پر طریقہ اور زمانہ کی ضرورتوں اور تقاضوں کو دیکھتے ہوئے، اس طرح کی صورت اپنانا درست ہونا چاہئے۔

قیمت کی وصولیابی کو یقینی بنانے کے لئے مال رہن رکھنا:

الف۔ مال مرہون سے بائع کے لئے استفادہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ مشتری کی جانب سے اجازت ہو تو جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/ ۲۵۶)۔

رہن سے فائدہ اٹھانے کی شرط لگانا:

لیکن اگر فائدہ اٹھانا یعنی گروی رکھی ہوئی شئی سے انتفاع مشروط ہو تو قطعاً جائز نہ ہوگا، اسی طرح بعض روایات شاذہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت کے بعد بھی شئی مرہون سے انتفاع جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ رباء ہے اور ربا اذن سے حلال نہیں ہوتا ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار، ۵/ ۳۱۰)۔

حنبلی نقطہ فکر:

لیکن امام احمد بن حنبل، امام اسحاق اور ایک گروہ کا خیال ہے کہ مرتہن اگر شئی مرہون کی دیکھ بھال کرتا ہے تو بلا کسی تفصیل کے اس کو حق ہے کہ وہ اس سے مستفید ہو، اور اس کو انتفاع کا مکمل اختیار ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے رہن میں رکھے ہوئے جانور پر سواری کرنے، اس کا دودھ نوش کرنے کی اجازت فرمائی ہے، یہ حدیث اس بات کے لئے واضح ثبوت فراہم کرتی ہے کہ مال مرہون سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

محدث کبیر شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ: الظهر يركب اذا كان مرهونا، ولبن الدر يشرب اذا كان مرهونا، وعلى الذى يركب ويشرب نفقته، هذا حديث حسن صحيح...... وفيه حجة لمن قال يجوز للمرتهن الانتفاع بالرهن اذا قام بمصلحته ولو لم ياذن المالك وهو قول احمد و اسحاق و طائفة...... وذهب الجمهور الى ان المرتهن لا ينتفع من المرهون بشئى، ونا ولوا الحديث۔

(تحفۃ الاحوذی ۴/۴۶۱)۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رہن میں رکھے ہوئے جانور پر سواری کی جائے گی، اور وہ اونٹنی جو دودھاری ہے اس کا دودھ پیا جائے گا، جبکہ وہ رہن میں رکھی ہوئی ہو، اور اس کا نفقہ سواری کرنے والے اور دودھ استعمال کرنے والے پر ہوگا، یہ حدیث حسن، اور صحیح ہے...... اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ رہن سے استفادہ کرنا درست ہوتا ہے، جبکہ وہ اس کی اصلاح و دیکھ بھال کرتا ہو، یہ مسلک امام احمد بن حنبل، امام اسحاق اور ایک گروہ کا ہے، لیکن جمہور کا کہنا ہے کہ شئی مرہون سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہے اور انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی ہے۔

آنچہ زخم زبان کند با مرد...... ☆ ......زخم شمشیر جان ستان نکند

رہن سے انتفاع مشروط ہو:

اسلامی قانون شریعت کی رو سے رہن میں رکھی جانے والی چیز کی حیثیت محض ایک ضمانت کی ہے، اور رہن رکھنے کے بعد بھی وہ شئی اصل مالک کی ملک ہوتی ہے، اس سے فائدہ اٹھانا درست نہ ہوگا، لیکن فقہاء متقدین نے مالک کی اجازت سے استفادہ کی گنجائش رکھی ہے...... مگر رہن رکھتے وقت انتفاع کی شرط لگانے کو ناجائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ یہ ایک طرح کا ربا ہے۔ (الدرالمختار مع الرد ۵/۳۱۰)۔

اگر بائع کے پاس مال مرہون ضائع ہو جائے:

گذشتہ صفحات میں یہ بات گذر چکی ہے کہ رہن اصل مالک کی ہی ملک ہوتا ہے، بائع کے پاس اس کی حیثیت محض ایک ضمانت کی ہے، اس لئے اگر شئی مرہون بائع کے قبضہ میں ہوتے ہوئے ہلاک ہو جائے، تو بائع یعنی مرتہن کے مال سے ہلاک سمجھی جائیگی، اسی کے بقدر راہن دین میں کمی کردے گا، گویا ہلاکت کا ضمان بائع کے ذمہ ہوگا۔ (الخانیۃ مع الہندیۃ ۳/۶۰۲)۔

مال مرہون سے قیمت وصول کرنا:

اگر مشتری ٹال مٹول کرے یا غائب ہو جائے، تو بائع قاضی کے پاس مقدمہ دائر کرے گا، اور قاضی مشتری کو قیمت ادا کرنے پر مجبور کرے گا، بلکہ قاضی کو اختیار ہے کہ اس کو قید کردے، اس کے بعد بھی قیمت ادا کرنے میں سستی وکوتاہی اور ٹال مٹول کرتا ہے تو قاضی مال مرہون کو فروخت کرکے بائع کو اس کی قیمت دلوادے گا۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/۲۷۵، الدرالمنتقی فی شرح الملتقی ۲/۶۰۱، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ۲/۶۰۱)۔

۹۔ بائع کا سامان کو روکنا:

بائع کو اجازت ہوتی ہے کہ فروخت کردہ سامان کو مشتری کے حوالہ کرنے کے بجائے اپنے ہی پاس روک لے، یہاں تک کہ مشتری ثمن کی چند اقساط یا مکمل قیمت ادا کردے...... لیکن اس سامان کی حیثیت کیا ہوگی؟ کیا یہ روکنا فروخت کردہ سامان کو رہن بنانے کے لئے ہے، یا اس کو حبس المبیع لاستیفاء الثمن کہا جائے گا...... تو اس سلسلہ میں یہ بالکل واضح ہے کہ بائع فروخت کردہ سامان کو اپنے پاس روکے،

اوراس کورہن مان لیا جائے اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے یعنی اس کورہن قرار دینا کسی حال میں درست نہیں ہے، بلکہ بائع کا فروخت کردہ سامان کوروکنا حبس المبیع لاستیفاء الثمن کے طور پر ہوتا ہے، فقہاء کرام کے یہاں اس کے جواز کی صراحت موجود ہے۔ (فتاوی ہندیہ ۳/ ۱۵، نیز دیکھئے: ردالمحتار ۴/ ۴۲)۔

خرید وفروخت نقد صورت میں ہو یا اس کی ادائیگی قسطوں کی شکل میں ہو مثلاً کچھ قیمت فوراً ادا کرلے، اور کچھ بعد میں قسط وار، تو اس صورت میں بائع اپنا حق یعنی قیمت کو وصول کرنے کے لئے فروخت کردہ سامان کوروک سکتا ہے، لیکن معاملہ بالکل ادھار طے ہوا ہو تو بائع کے لئے مبیع کوروکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۱۰۔ مکمل اقساط کو ادا نہ کرنے کی صورت میں ادا کردہ اقساط کو واپس نہ کرنا:

معاملہ کی اس صورت کو ہم فقہاء کی بیان کردہ ''بیع عربون'' یعنی بیعانہ کی رقم پر قیاس کر سکتے ہیں، جس میں وثیقہ کی خاطر بائع کو کچھ رقم دی جاتی ہے اوراس میں مشتری اگر ثمن ادا نہ کرے تو بائع پر لازم ہوتا ہے کہ اس کو بیعانہ کے طور پر جو رقم ملی ہے، اس کو مشتری کو لوٹا دے، اس کو اپنے پاس رکھنا، اور واپس نہ کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح یہاں طے شدہ اقساط ادا نہ کرنے کی صورت میں ادا کردہ اقساط مشتری کو لوٹا دینا ہوگا، ورنہ ربا میں شمار ہوگا جو کہ حرام ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بیع عربون سے منع فرمایا ہے:

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله ﷺ نهى عن بيع العربون (موطا امام مالک ۲/ ۶۰۹، ابوداؤد فی: ۱۲، کتاب البیوع/ ۶۷، باب فی العربان)۔

حضرت عمرو بن شعیب سے مروی ہے وہ اپنے والد سے، ان کے والد عمرو کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع عربون سے منع فرمایا ہے۔

بیع عربون کی صورت:

بیع عربون کی شکل یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص کسی سے سامان خریدتا ہے یا جانور کرایہ پر لیتا ہے، اوراس کو کچھ پیشگی رقم اس طور پر دیتا ہے کہ اگر میں نے یہ سامان خرید لیا، یا سواری کو استعمال کرلیا تو یہ قیمت اور رقم سامان کی قیمت یا سواری کے کرایہ میں شمار ہوگی، اور اگر میں نے سامان کو نہیں لیا یا سواری پر

سوار نہیں ہوا تو یہ ادا کردہ رقم آپ کی ہوگی، اس طرح کے معاملہ کو باتفاق فقہاء ناجائز کہا گیا ہے، صرف امام بن حنبل اس کے جواز کے قائل نظر آتے ہیں:

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

وان ترکت ابتیاع تلک السلعة او کراء الدابة فما اعطیتک لک باطل، بغیر شئی ای لا رجوع لی به علیک، وهو باطل عند الفقهاء لما فیه من الشرط والغرر واکل اموال الناس بالباطل فان رفع فسخ...... فقد اجازه احمد، وروی عن ابن عمر وجماعة من التابعین اجازته، ویرد العربان علی کل حال، قال ابن عبدالبر: ولا یصح ماروی عنه ﷺ من اجازته، فان صح احتمل انه یحسب علی البائع من الثمن ان تم البیع وهذا جائز عند الجمیع۔ (شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ۳/۲۵۱)۔

اگر میں نے اس سامان کو خریدنا، یا جانور کو کرایہ پر لینا ترک کردیا، تو جو رقم میں نے تم کو دی ہے اس کو واپس لینے کا مجھے اختیار نہ ہوگا، اس طرح کی بیع تمام فقہاء کے نزدیک باطل ہے، اس وجہ سے کہ اس میں شرط پائی جارہی ہے اور اس میں غرر اور لوگوں کے مال کو باطل طریقہ سے کھانا ہے، اگر اس طرح معاملہ کرلیا گیا تو فسخ سمجھا جائے گا، صرف امام احمد بن حنبل نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اور حضرت ابن عمر اور تابعین کے ایک گروہ سے اس کا جواز نقل کیا گیا ہے، بیع عربون کو ہر حال میں رد کیا جائے گا، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے اس کا جواز نقل کرنا درست نہیں ہے، اگر صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر بیع مکمل ہوجائے تو بائع کے لئے وہ رقم ثمن میں شمار ہوگی، اور یہ ہر ایک کے یہاں جائز ہے۔

نیز اس سلسلہ میں رموز شریعت کے نکتہ شناس حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

نهی عن بیع العربان ان یقدم الیه شئی من الثمن، فان اشتری حسب من الثمن، والا فهو له مجانا، وفیه معنی المیسر۔

(حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۱۰۸، نیز ملاحظہ ہو: فقہ السنۃ ۳/۱۴۰)۔

حضور ﷺ نے بیع عربان سے منع فرمایا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ بائع کو ثمن کا کچھ حصہ دیا جائے کہ اگر اس نے خرید لیا تو وہ قیمت میں محسوب ہوگا، اور اگر نہ خریدا تو وہ رقم مفت حاصل ہو جائے گی، اس میں جوا پایا جاتا ہے۔

یہی رائے بعض دیگر علماءؒ کی بھی ہے، ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: معاملہ مذکورہ ناجائز ہے، اور ناجائز ہونے کی وجہ دوسری ہے، وہ یہ ہے کہ ادنی جز و قیمت رہ جانے پر واپس کرلیں گے اور اداشدہ رقم کو کالعدم سمجھا جاوے گا، اور اگر اجارہ ہے تو یہ شرط فاسد ہے کہ زر کرایہ کے عوض میں بیع کردیں گے، اور ایسا کوئی معاملہ شریعت میں نہیں ہے کہ ایک صورت میں بیع ہو، اور ایک صورت میں اجارہ۔

۱۱۔فروخت کردہ سامان کو مشتری کے پاس رہن رکھنا:

خرید کردہ سامان کو خود خریدار کے پاس رکھنا، جس میں اس کو استعمال کرنے کی بھی اجازت ہو، اور اس کو رہن قرار دینا، جس میں فروخت وتصرف کا حق بائع کو ہی ہو، جس کے لئے اس سامان کو رہن بنایا گیا ہے، جائز نہیں ہے، کیونکہ شریعت نے رہن کی جو اجازت دی ہے، اس میں بہت بڑی حکمت اور مصلحت کارفرما ہے، کہ مشتری قیمت کی ادائیگی میں کسی طرح کی ٹال مٹول سے کام لے، یا قیمت اداء کرنے سے انکار کردے، تو مال مرہون کے ذریعہ بائع اپنی قیمت وصول کرسکتا ہے اور یہاں جو صورت بیان کی گئی ہے اس میں یہ حکمت مفقود نظر آتی ہے، لہٰذا خرید کردہ سامان کو راہن کے پاس رکھ کر رہن قرار دینا صحیح نہیں۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/ ۲۱۶)۔

۱۲۔کریڈٹ لیٹر کا حکم:

خریدار کی طرف سے گارنٹی لیٹر لینا شرعاً جائز ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ کفالت کی ایک صورت ہے، کفالۃ کا حکم بیان کرتے ہوئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ضمانت یا دوسرے الفاظ میں کفالت اصیل کے حکم سے ہے تو کفیل بعد میں اپنا روپیہ یا سامان اصیل سے واپس لے سکتا ہے۔ (الدر المختار ۴/ ۲۸۴)۔

لیکن آج کل ''کریڈٹ لیٹر'' اس عہد جدید کی ایک عام اور مروج چیز بن چکی ہے۔ کہ بعض ادارے یا اشخاص اس کی ضمانت اور گارنٹی لیتے ہیں، ساتھ ہی اجرت و معاوضہ کا لین دین ہوتا ہے، شریعت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت جائز ہونی چاہئے اور اداروں یا اشخاص کی جانب سے

اجرت لینا سود کے دائرہ میں نہیں آتا ہے، بلکہ یہ ان کی اجرت ہوگی، اور یہ لینا دینا جائز ہوگا، اور علما نے لکھا ہے کہ ضمانت کمیشن پر ایجنٹ بنانا درست ہے۔(امداد الفتاوی ۳/۱۲۹)۔

۱۳۔ دستاویز کی خرید وفروخت:

چونکہ اس صورت میں دستاویز کے اندر تحریر کردہ قیمت سے کم پر معاملہ ہوتا ہے اس لئے یہ ربا ہے اور یہ حرام ہے۔

۱۴۔ طے شدہ رقم کا وقت سے پہلے مطالبہ کرنا:

مذکورہ صورت نا جائز ہے، اس لئے کہ یہ بعینہ قرض کی طرح ہے۔ شیخ السید السابق نقل فرماتے ہیں:

> **ذهب جمهور الفقهاء الى تحريم وضع قدر من الدين نظير التعجيل، بالقضاء قبل الاجل المتفق عليه۔**(فقہ السنۃ ۳/ ۱۶۷)۔
>
> جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ متفق علیہ اجل کے مکمل ہونے سے قبل، حق کو جلدی وصول کرنے کی غرض سے دین کے کچھ حصہ کو معاف کرنا جائز نہیں ہے۔

ابن عباس اور امام زفر کا مسلک:

لیکن حضرت ابن عباسؓ اور امام زفرؒ کا مسلک جواز کا ہے، اور راقم کا رجحان بھی یہی ہے، اس لئے کہ اس کا قوی امکان ہے کہ بائع کو شدید ضرورت ہو، روپے کا انتظام نہ ہو پا رہا ہو، اس لئے مناسب ہوگا کہ اس کی اجازت دے دی جائے، اور قیمت کا کچھ حصہ معاف کرنا، بائع کی جانب سے عطیہ ہے، کیونکہ ادھار میں قیمت کا زائد ہونا یہ اجل کے مقابلہ میں ہے، بائع اپنی رضا مندی سے اس اجل میں کمی کر رہا ہے اور مشتری ہی تیار ہے تو قیمت میں کمی کرنا شرعاً درست ہوگا۔

شیخ سید سابق نے عبداللہ بن عباسؓ اور امام زفر کا مسلک نقل کیا ہے:

> **ويرى ابن عباس و زفر جواز ذلك لما رواه ابن عباسؓ ان النبي ﷺ لما امرنا باخراج بني النضير جاءه ناس منهم،**

☆مگس جایی نخواهد رفت بجزد کان حلوایی ☆

فقالوا: یانبی اللّٰہ! انک امرت باخراجنا، ولنا علی الناس دیون لم تحل فقال رسول اللّٰہ ﷺ: ضعوا وتعجلوا۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: فقہ السنۃ ۳/۱۲۷)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور امام زفر نے اس کو جائز کہا ہے، حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بنونضیر کو نکالنے کا حکم دیا، تو آپ ﷺ کے پاس ان کے چند لوگ آئے، اور انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ نے ہم کو نکالنے کا حکم دیا ہے، جبکہ لوگوں پر ہمارا قرض ہے، اور ابھی اس کی مدت پوری نہیں ہوئی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑا چھوڑ دو اور جلدی واپس لے لو۔

۱۵۔ادھار معاملہ میں مدت مجہول ہو:

خرید وفروخت کا معاملہ ادھار کیا جائے مگر قیمت اداء کرنے کی مدت متعین نہ ہو، مطلقاً یہ طے کرلیا گیا ہو کہ قیمت بعد میں دے دیں گے تو یہ صورت ناجائز ہے، اس لئے کہ ادھار فروختگی کے اندر زمانہ کی تعیین ضروری ہے، فقہاء نے مدت متعین کرنے کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ اگر قیمت ادا کرنے کا زمانہ مقرر نہ ہو تو بائع قریب ہی مدت میں ثمن کا مطالبہ شروع کردے گا اور مشتری اس کو بعد میں دینا چاہے گا، اور جس کی وجہ سے دونوں کے مابین نزاع اور اختلاف وانتشار پیدا ہوگا، جو کہ ممنوع ہے، اور شریعت اسلامیہ نے تجارت کے معاملہ کو صاف شفاف اور غیر جانب دار رکھا ہے، کہ انسانوں کی ضروریات بھی پوری ہوں، اور کسی کی دل آزاری، قلوب میں کدورت ونفرت بھی پیدا نہ ہو، اور جو بیع نزاع کا باعث ہو وہ ناجائز ہے، اور اس میں یہ صورت اپنانا کہ رقم کم کرکے فوری لین دین ہو اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ معاملہ شروع ہی سے ناجائز ہے۔صاحب عنایہ تحریر فرماتے ہیں:

والبیع بالثمن الحال والموجل جائز...... لکن لابد ان یکون الاجل معلوما لئلا یفضی الی ما یمنع الواجب بالعقد وھو التسلیم والتسلیم فربما یطالب البائع فی مدۃ قریبۃ والمشتری یؤخر الی بعیدھا۔ (شرح العنایۃ علی الہدایۃ مع الفتح ۶/۲۶۲)۔

☆ این دغل دوستان کہ می بینی مگسانند گرد شیرینی ☆

نقد اور ادھار دونوں صورتوں میں بیع جائز ہوتی ہے لیکن ادھار میں مدت کا معلوم ہونا ضروری ہے تا کہ عقد کے ذریعہ جو چیز واجب ہوتی ہے اس کے سپرد کرنے میں مانع نہ ہو، بسا اوقات بائع قریبی مدت میں اس کی سپردگی کا مطالبہ کرے گا اور مشتری اس کو مدت بعید میں دینا چاہے گا۔

۱۶۔ ادائیگی کی تاخیر میں مہلت کا ختم کرنا:

مشتری طے شدہ اقساط میں سے کسی قسط کو ادا نہ کرے یا اداء کرنے میں بہت تاخیر کرے، تو ایسی صورت میں بائع مہلت کے معاملہ کو ختم کر سکتا ہے، چنانچہ سید سابق امام زفر وعبداللہ بن عباسؓ کا مسلک نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویری ابن عباس وزفر جواز ذلک لما رواہ ابن عباسؓ ان النبیﷺ لما امرنا باخراج بنی النضیر جاءہ ناس منھم، فقالوا: یانبی اللہ، انک امرت باخراجنا، ولنا علی الناس دیون لم تحل فقال رسول اللہﷺ ضعوا وتعجلوا۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: فقہ السنۃ ۳/۱۶۷)

۱۷۔ اگر بیع بالتقسیط میں کسی فریق کا انتقال ہو جائے:؟

بیع بالتقسیط کی صورت میں مقررہ وقت سے پہلے اگر بائع کا انتقال ہو جائے تو مدت یعنی اجل باطل نہ ہوگی بلکہ معاملہ سابقہ شرائط کے ساتھ ورثاء کی طرف منتقل ہوگا، اس کے برعکس اگر مشتری کا انتقال ہو تو اجل ختم ہو جائے گی، لہٰذا بائع اپنا ثمن مشتری کے مال سے حاصل کرلے گا، کیونکہ متروک میں دین کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔ (مجمع الانہر ۲/۸)۔

۱۸۔ بیع بالتقسیط میں انعام دینا:

یہ صورت جائز ہے، اس میں نہ ربا ہے اور نہ ہی کوئی شرط فاسد پائی جارہی ہے بلکہ تجارت کو ترقی دینے کے لئے ایک حسین تدبیر اپنائی گئی ہے۔

شھد الانام بفضلہ حتی العدی ...... ☆...... والفضل ما شھدت بہ الاعداء

البتہ انعام دینے کا مطالبہ کرنا، یا زبردستی اس کو مشروط کرانا درست نہ ہوگا، کیونکہ تجارت میں انسان اتنا ہی مطالبہ کرسکتا ہے جو باہم طے پایا ہے، ہاں تاجر اپنی طرف سے یہ صورت اپناتا ہے تو کوئی حرج نہیں، اس کو فقہاء کے بیان کردہ اس جزئیہ پر قیاس کرسکتے ہیں جس میں فقہاء نے یہ اجازت دی ہے کہ عقد مکمل ہونے کے بعد بائع سودے میں اضافہ کرسکتا ہے، اور مشتری چاہے تو ثمن بائع کو زیادہ دے سکتا ہے۔ (مختصر القدوری/۸۱، باب المرابحۃ والتولیۃ)۔

۱۹۔ قرعہ اندازی کے ذریعہ مال حاصل کرنا اور معاملہ سے الگ ہوجانا:

یہ صورت ناجائز ہے، اور ربا وقمار کی ایک شکل ہے، بالفاظ دیگر اس کو زمانہ جاہلیت کے ''ازلام'' سے تعبیر کرنا درست ہوگا، اور اس میں ہوتا یہ ہے کہ ابتداء میں جس کا نام نکل آیا اس کو بہت کم قیمت پر سامان مل جاتا ہے، اور اخیر میں نام نکلنے والے کو سامان کے مقابلہ قیمت زیادہ ادا کرنا پڑ جائے، اور شریعت نے ایسی تجارت کرنے سے منع کیا ہے جس میں غرر فاحش ہو، اور کسی ایک فریق کی دل آزاری ہو، نیز اس میں سامان کی قیمت ہی مجہول ہے، لہٰذا مذکورہ طریقہ پر معاملہ کرنا کسی حال میں جائز نہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆

جناب مجیب احمد کی کتاب

جنوبی ایشیا کے اردو مجموعہ ہائے فتاویٰ

(۱۹......۲۰ ویں صدی عیسوی)

ایک تاریخی دستاویز

☆

ناشر: نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

بہتر آن باشد کہ سرِ دلبران ☆ گفتہ آید در حدیث دیگران